لطیفہ ۵۵

چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں

وہ روشن اور واضح کرامات، جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے صادر ہوئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو سمیٹنا اور بیان کرنا، خامۂ دوزبان کے بس کی بات نہیں ہے۔ رباعی: [۱]

انفاس زا کیاتِ تو آں حدندیدہ اند
کزخامہ شرحِ او بدہد طبع پختہ را
درہاے بحرا کہ تو اند شمار کرد
از جوہری باسخن آر اے سختہ را

(آپ کے پاک انفاس اس قدر محدود نہیں ہیں کہ پختہ طبیعت لوگوں کے لیے قلم ان کی تشریح کر دے (یہ ایک سمندر ہے) سمندر کے موتیوں کو کون شمار کرسکتا ہے سوائے اس جوہری کے جو سخن آرا اور سخن سنج ہو۔)

تاہم ادائے شکر اور برکت کے خیال سے بعض واقعات جو مناسبِ حال ہیں، ان کا ذکر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی کرامات کے ضمن میں کیا جاتا ہے۔

پہلی کرامت قصبہ چانڈی پور بڈہر میں شیخ زاہد کی ولایت کا سلب ہونا

ایک مرتبہ حضرتؒ قصبہ چانڈی پور بڈہر میں جمعے کی نماز ادا کرنے تشریف لے گئے اس قصبے میں شیخ زاہد جو زاہدانہ

---

[۱] یہ رباعی نہیں، قطعہ ہے۔ دوسرے یہ کہ سہو کتابت کے باعث دوسرا اور چوتھا مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اس طرح نقل کیے گئے ہیں، ص ۳۷۲۔

انفاس زاکیات تو آں حد ندیدہ اند
کزخامہ شرح اور بدہد طبع پختہ
درہاے بحرا کہ تو اندشار کرد
از جوہری باسخن آرای سختہ

دوسرے اور چوتھے مصرعے میں غالباً پختہ اور سختہ کے بعد ''را'' تحریر نہیں کیا گیا مترجم نے اس قیاسی تصحیح کے مطابق قطعہ تحریر کر کے ترجمہ کیا ہے۔

خوبیوں اور عابدانہ وصفوں سے آراستہ و پیراستہ تھے رہتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ کسی کسی رات اپنے حجرے سے غائب ہوجاتے ہیں۔ جب اچھی طرح تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ شیخ قصبے کے ساتھ بہنے والے دریائے سر پر مصلی بچھا کر نماز ادا کرتے ہیں، اس بناء پر اس علاقے کے بعض لوگ ان کے معتقد ہیں۔ ایک دن حضرتِ ایشاںؒ شیخ زاہد سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ نے شیخ کو دریائے سر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، آپ پر رحمت ہو کہ اللہ کے راستے میں عرفان اور آراستگی حاصل کی اور جیسا کہ بزرگوں کی شفقت و رحمت کا طریقہ ہے، دستِ مبارک شیخ زاہد کی پیٹھ پر رکھا۔ شیخ نے بھی چوں کہ بڑے بزرگوں میں سے تھے، اپنا ہاتھ اہل عالم کے پشت پناہ پر رکھا۔ قطعہ

پناہ و پشت جہانی ترا سزد کہ اگر
فرازِ پشتِ جہاں دستِ رحمت اندازی
چہ حد پشت دوتائی کہ دربرابر تو
کند خیالِ سر افرازی و طنّازی[1]

(آپ پناہِ عالم ہیں، آپ کو یہ بات سجتی ہے کہ اپنا دستِ رحمت پشتِ عالم پر رکھیں۔ آپ کے مقابلے میں اس کبڑے کی کیا حیثیت ہے جو اپنے دل میں سرافرازی کا خیال لائے اور ناز کرے)

اس امرِ صریح کے باعث حضرت ایشاں میں تغیر پیدا ہوا اور فرمایا، حیرت ہے کہ ہندوستان کے لوگ اس قدر گستاخ ہیں کہ تھوڑی سی یافت پر ایسے ہوجاتے ہیں کہ گم نامی کے دائرے میں چلے جاتے ہیں۔[2] تھوڑی ہی مدت میں وہ زاہد غائب ہوگئے۔ لوگوں کو پتہ تک نہ چلا کہ کیا ہوا اور کہاں گئے یہاں تک کہ کسی کو ان کی قبر کا بھی علم نہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا کہ تمہاری قبر پر گدھے چریں گے، (چنانچہ) سننے میں یہی آیا ہے کہ اکثر گدھے اور گائیں جو غائب ہوجاتے ہیں وہ شیخ زاہد کی قبر پر مل جاتے ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ بھی نکلا تھا کہ یہ قصبہ کبھی آباد ہوگا کبھی اجڑے گا چنانچہ تفتیش پر قصبے مذکور کا یہی حال معلوم ہوا۔

دوسری کرامت۔ نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشنا

نظام آباد کے قریب ایک گاؤں ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں فرقے کے لوگ رہتے ہیں۔ اتفاق سے اصحاب کا وہاں گزر ہوا۔ چونکہ اسلامی نسبت درمیان تھی اس لیے آپ نے مسلمانوں کی مسجد میں قیام کیا۔ یہ گاؤں بہت چھوٹا تھا اور

---

[1] یہ مصرع وزن سے گرگیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۳۔ ''عجب مردم ہند گستاخند و باندک مایہ زبان مزاح دست بجاے رسانید کہ پاے بدامن گم نامی خواہد کشید'' یہ عبارت واضح نہیں ہے۔ مترجم نے اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کیا ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔)

اس میں بازار بھی نہ تھا۔ (ادھر) مسلمانوں نے بے ہمتی اختیار کی (چنانچہ تمام) شہ باز رات کو اسی طرح بھوکے رہے۔ جب دن نکلا تو دوسرے فرقے کے کافروں میں سے جو سنیاسی لوگ تھے ایک شخص کو معلوم ہوا کہ رات کو درویش فاقے سے رہے۔ وہ سنیاسی قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ہی عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ اگر درویش تھوڑی دیر درگاہ میں قیام کریں تو ہم تھوڑا بہت کھانے کا انتظار کرتے ہیں۔ چونکہ بہت ہی زیادہ خواہش کا اظہار کیا تھا اس لیے قبول فرمالیا۔ وہ لوگ چلے گئے اور صرف ایک گائے جس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی لے کر آئے اور نذر کی۔ اصحاب نے اسے ذبح کیا اور بڑی کوششوں سے دو تین من آٹا فراہم کیا۔ کھانا پکانے کی ضروریات پوری کیں اور باورچی کے حوالے کر دیں۔ باورچی نے کھانا تیار کیا۔ حضرت نے وہ کھانا مقررہ دستور کے مطابق اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ جس کے نصیب میں جتنا کھانا تھا اسے مل گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ ہندو حاضرِ خدمت ہوا اور جوتیاں اتارنے کی جگہ بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا، ہم نے اس فرقے کی دولت تمہیں عطا کی۔ تمہارے سات بیٹے پیدا ہوں گے۔ پھر آپ نے اسے توجہ دی چند متبرک انفاس کی بدولت شانِ ظہور سے پیوست ہوگیا۔ اس گاؤں کے مسلمان متفرق ہو کر بکھر گئے۔

تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے تغافل کے سبب جون پور کے قریب موضع سرس کا جلنا

ایک مرتبہ حضرت ایشاں کا گزر جون پور سے، اللہ اس کی آبادی کو محفوظ رکھے، موضع سرس میں ہوا۔ اس موضع میں شیخ نصیر الدین سرسی رہتے تھے۔ صاحبِ کمالات و مقامات تھے۔ موضع کے لوگ شیخ کی نسبت اچھا عقیدہ رکھتے تھے۔ جب حضرت ایشاں تشریف لائے تو شیخ کو خانقاہ سے باہر آنے میں تھوڑی سی چوک ہوگئی جو حضرت کے لیے باعث ملال ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں ایسے شیخ رہتے ہیں، حیرت ہے کہ گاؤں میں آگ نہیں لگتی۔ جس مکان میں آپ نے یہ بات فرمائی تھی آپ اس مکان اور گاؤں سے باہر نکل آئے۔ آپ کا وہاں سے نکلنا تھا کہ گاؤں کے مکانات میں آگ لگ گئی۔ تمام گاؤں جل گیا۔ شیخ حضرت قدوۃ الکبرا کے عقب میں دوڑے۔ تقریباً ایک کوس کا فاصلہ طے کیا اور حضرت کو بہت عاجزی کر کے واپس لے گئے۔ گاؤں سے باہر دو تین مکان جو جلنے سے بچ گئے تھے وہاں لے گئے اور ٹھہرایا۔ پھر شیخ نصیر الدین کھانا پکانے کا سامان فراہم کرنے میں لگ گئے۔ تھوڑا بہت سامان جو مل سکا فراہم کیا اور کھانا تیار کیا۔ جب حضرت نے تناول فرمایا تو آپ کی پیشانی مبارک سے آثارِ وفا نمایاں ہوئے اس وقت شیخ نے آپ سے (اپنی غفلت کی) معذرت کی۔ فرمایا کہ یہ امر اتفاقاً واقع ہوا۔ اب تم یہاں قیام نہ کرو بلکہ گاؤں کے پہلو میں ایک جگہ دکھائی کہ یہاں قیام کریں۔

چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا

ان ہی میں ایک واقعہ یہ ہے کہ دریائے ٹونس کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو بہت خوب آباد تھا۔ کہہ سکتے ہیں کہ اپنی عمارتوں اور رونق کے سبب بے مثل تھا۔ اتفاق سے حضرت ایشاں کا گزر وہاں ہوا۔ آپ نے بازار میں نزول فرمایا۔

اصحاب گوشے اور اطراف میں قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ وہاں آپ کے کسی مرید کی علاقے کے مقدم سے تکرار ہوگئی اور جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ ان کے منہ سے خون نکل آیا۔ جب آپ کی نظر مبارک اس خون پر پڑی تو آپ نے وجہ دریافت کی۔ آپ کی خدمت میں بیانِ واقعی عرض کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! جس مقام پر فقیر کے منہ سے خون نکلا ہو، حیرت ہے کہ وہ آباد رہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی جو فرمایا تھا ظہور میں آ گیا۔

پانچویں کرامت- بمقام کالپی

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرأ دکھن کے سفر پر تھے تو کالپی میں قیام کیا۔ یہ جگہ آپ کے اصحاب کو پسند آئی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کچھ عرصہ یہاں قیام فرمائیں تو دل کی آسودگی اور جسمانی توانائی کا سبب ہوگا۔ آپ چند روز کالپی میں بسر فرمائیے۔ (یہاں) آپ کے منتخب اور مقرب اصحاب میں سے ایک صاحب کے دماغ میں رعونت پیدا ہوگئی اور اُن سے ایک فعل ایسا سرزد ہوا جو طریقت کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، مقام حیرت ہے کہ اس علاقے کی آب و ہوا اس طرح کی ہو کہ ایسا مخلص مرید ایسے مذموم فعل میں ملوث ہوجائے جو باعث تباہی ہو۔ اس کے بعد چند مبارک کلمات فرمائے کہ یہ ایسا علاقہ ہے کہ جو شخص بادشاہ کی طرف سے یہاں سردار مقرر کیا جائے گا وہ بادشاہ سے سرکشی کرے گا۔

چھٹی کرامت- صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں حضرت قدوۃ الکبرأ کے غضب کے باعث آگ لگنا

اسی سفرِ دکھن کے دوران آپ نے صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں نزول فرمایا۔ یہ مقام رہنے کے لائق اور دلکش تھا، چنانچہ چند روز یہاں مقیم رہے۔ قصبے کے کسی شخص نے حضرت قدوۃ الکبرأ کے بارے میں نامناسب بات کہی۔ جب یہ بات آپ کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا، حیرت ہے جس جگہ اس قسم کے لوگ رہتے ہوں وہاں ہر ماہ آگ نہ لگے۔ آپ یہ کلمات فرما ہی رہے تھے کہ آگ بھڑک اٹھی اور سارے قصبے کو جلا ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہاں ہر ماہ آگ لگ جاتی تھی۔ جب وہاں کے لوگوں نے یہ آفت دیکھی تو لکڑی اور پتھر سے اپنے مکان تعمیر کیے۔ قطعہ:

نہ آتش اینست کزوے خام پختہ است
کہ آتش در زبان پاک باشد

(آگ وہ نہیں ہے جس سے خام چیزیں پک جاتی ہیں، آگ وہ ہے جو پاک زبان میں ہوتی ہے)

کہ ایں آتش خس و خاشاک سوزد
وزاں آتش ہمہ افلاک سوزد

(یہ آگ خس و خاشاک کو جلاتی ہے لیکن اس آگ سے تمام افلاک جل جاتے ہیں)

ساتویں کرامت- آپ کا قصبہ کو بدکلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا اپنی طغیانی سے باز رہنا

اسی سفر میں آپ نے قصبہ کو بدکلی میں قیام فرمایا۔ وہاں ہر سال ایسا سیلاب آتا تھا کہ لوگوں کی فصلیں تباہ و برباد ہوجاتی تھیں اتفاق سے اس سال (دریا کی) طغیانی زیادہ ہوئی۔ گاؤں کے مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ (سیلاب کی وجہ سے) لوگوں کا بے حد نقصان ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ کتنی زمین پر فصلیں ہوں گی۔ عرض کیا کہ ہزار جریب یا زیادہ پر فصلیں ہوں گی۔ آپ نے کاغذ کا ٹکڑا طلب فرمایا اور لکھا:

''اے دریا تجھے اللہ کے بندے اشرف سمنانی کی طرف سے معلوم ہو کہ اگر تیرا سیلاب حق تعالیٰ کے حکم سے ہے تو تجھے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم نے جو حد مقرر فرمادی ہے تو اس سے تجاوز نہ کرے۔''

خادم آپ کا حکم نامہ لایا اور دریا میں ڈال دیا اور اس کی حد مقرر کردی، چنانچہ دریا اللہ کے حکم سے تجاوز کردہ مقام سے واپس ہوا اور مقررہ حد و مقام سے پھر آگے نہ بڑھا۔ رباعی:[1]

زہے دریاے در معرفت حق
کہ او را بحر لا ساحل بگویند
ایماے گر کند بر بحر و دریا
رود دریا بجاے خود کہ پویند

(معرفتِ حق میں بہنے والا دریا کیا خوب ہے کہ اسے بحرِ بے کنار کہتے ہیں)
(اگر وہ دریا اور سمندر کو اشارہ کرے تو دریا اپنی روانی کی جگہ چلا جائے گا)

آٹھویں کرامت[2] پیر بیگ کے لشکر میں گھاس کاٹنے کو کعبے میں پہنچانا اور عرفہ سے آواز آنا

برد بیگ کا لشکر اپنے مالک کی کسی مہم پر گیا ہوا تھا، جب برد بیگ کی نسبت اطلاع دی تو قبول فرمایا۔ بصد آرزو مالک کی مہم سرانجام دی اور وہ مکان پر واپس آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے جس نے گھاس کاٹنے میں زندگی بسر کی تھی، آرزو کی کہ آج عرفے کا دن ہے۔ حاجی صاحبان اپنے کعبہ مقصود تک پہنچ رہے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔ یہ آرزو جب آپ کے سمع مبارک تک پہنچی تو فرمایا کہ تم کعبے پہنچ جاؤ گے۔ عرض کیا۔

زہے دولت اگر باشد نصیبے

(اگر نصیب ہوجائے تو کیا ہی خوب دولت ہے)

---

[1] یہ رباعی نہیں قطعہ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے اور تیسرا مصرع وزن میں بحر میں نہیں ہے۔ مترجم نے لفظی ترجمہ کیا ہے (مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۴)۔

[2] حاشیے کی سرخی میں ''پیر بیگ'' نقل کیا گیا ہے اور متن میں کہیں ''برو بیگ'' اور کہیں ''برد بیگ'' تحریر ہے۔ مترجم نے حاشیے کی سرخی میں پیر بیگ اور متن میں برد بیگ تحریر کیا ہے۔

فرمایا، ادھر آؤ، بوڑھا آگے بڑھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ جاؤ۔ بس یہ فرمانا تھا کہ اس بوڑھے نے اپنے آپ کو کعبے شریف میں پایا۔ مناسک ادا کیے اور تین دن وہاں رہا، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ اب کون مجھے وطن پہنچائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت ایشاں کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس نے قدم بوسی کی آپ نے فرمایا جاؤ۔ سر اٹھایا تو اس نے خودکو اپنے گھر میں پایا۔ سبحان اللہ کیا تصرف ہے؟ فی الحقیقت قطعہ:[۱]

زہے روئے کہ ہمچو صبح دم یافت
اگر حکمے کندچوں صبح دم یافت
بسرعت تیز روچوں صبح دم یافت
کہ از مشرب بدم در صبح دم یافت

(کیا خوب چہرہ ہے جو صبح کے وقت کی مانند ہے۔ اگر حکم کرے تو صبح کے وقت کی مانند پائے۔ سرعت میں تیز رو مانندِ صبح دم پایا کہ مشرب سے دم کے ساتھ صبح دم پایا)

نویں کرامت- احمد آباد میں پتھر کی تصویر میں جان ڈالنا اور گل خنی کے حوالے کرنا

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے احمد آباد میں نزول فرمایا۔ آپ کے اصحاب تفریح کرنے کے لیے ایک طرف چلے گئے۔ ایک باغ میں ان کا گزر ہوا جو شہر کے حسینوں سے معمور تھا۔ اس مجمع میں ایک فقیر بھی تھا جو نگار خانۂ چین کی تصویر کے مانند حسین و جمیل تھا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ خود صاحب حسن و جمال تھا، مجمعے میں موجود حسینوں کے خرمن حسن سے خوشہ چینی کر رہا تھا۔ سب نے کہا کہ وہ حسن میں بے مثال ہے ایک شخص نے کہا کہ بہار خانۂ چین میں ایک تصویر پتھر سے تراشی گئی ہے کہ کوئی تصویر اس تصویر سے فی الحقیقت کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ مولانا گل خنی جو اس جماعت میں شامل تھے فی الفور اٹھے اور بت خانے کی جانب چلے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک بت ان کی نظر میں کھپ گیا اور وہ ہزار جان سے اس کے گرویدہ ہوگئے۔ ہر چند لوگوں نے انہیں سمجھایا بجھایا لیکن ان کی گرویدگی زیادہ ہی ہوتی گئی۔ مصرع:

کہ عشق آتش است اے پسر پندباد

(اے بیٹے عشق ایسی آگ ہے جو نصیحت سے زیادہ بھڑکتی ہے۔)

ایک عرصہ اسی حال میں گزر گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اسے طلب فرمایا۔ لوگوں نے ان کی کیفیت بیان کی۔ فرمایا ہم خود جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کس حال میں ہیں۔ جب تشریف لائے تو بہت سے لوگ اور اعزا ساتھ تھے۔ آپ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی تو ایسے حال میں پایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ایسی حالت نہ کرے۔ ان کا حال دیکھ کر آپ پر

---

[۱] اس قطعے کے اشعار مترجم کی فہم میں نہیں آئے۔ مصرعوں کے لفظوں سے جو مطلب نکلتا ہے اسے ترجمے کے متن میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم، اصل متن میں یہ قطعہ ص ۳۷۴ کی آخر سطر اور ص ۳۷۵ کی پہلی سطر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رقّت طاری ہوگئی، فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس پتھر کی تصویر کو جو ہر روحانیت حاصل ہوتا۔ بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس بت میں جان آ گئی۔ مجمعے میں ایک شور برپا ہوگیا کہ سبحان اللہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کرنا بلکہ اس سے بھی بہتر، قطعہ:

مسیح دم کہ برآمد بسیرگاہ جہاں
بدید صورت رنگیں کہ جاں بنود دراں
دمید روح بہ دم در دراں تنِ سنگیں
شدہ بصورت روحانیاں و گشت رواں

(جب وہ عیسیٰ نفس سیرگاہ جہاں میں آیا تو ایک بے جان رنگین تصویر دیکھی۔ اس کے دم سے اس پتھر کے جسم میں روح دوڑنے لگی۔ وہ جان داروں کی مانند ہوگئی اور چلنے لگی)

دسویں کرامت- امیر خسرو کے بیٹے کو جو کند ذہن تھا، آنِ واحد میں بے مثل شاعر بنا دینا

حضرت خواجہ امیر خسروؒ، قابل و فاضل شعرائے کاملین و متقدمین کا خلاصہ تھے۔ ان کے ایک فرزند تھے جن کی طبیعت اپنے والد پر تھی۔ انہیں احمد خلیل کہتے تھے۔ ان کا ایک فرزند تھا۔ والد نے ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور بیٹے کی طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ امیر خسروؒ کے فرزند آپ کو اپنے مکان پر لے آئے اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ شہر کے دوسرے بزرگ بھی اس ضیافت میں آئے تھے- انہوں نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ لڑکا بے حد کند طبیعت واقع ہوا ہے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ اب درویشوں کے اثر نظر کا امیدوار ہے حضرت ایشاںؒ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ کچھ وقت اچھی کیفیت میں رہے، جب اس کیفیت کا اثر آپ کے مبارک چہرے اور پیشانی پر نمایاں ہوا تو فرمایا، کون کہتا ہے کہ یہ لڑکا کند طبیعت ہے یہ تو باپ سے زیادہ اچھا نظر آتا ہے۔ یہ جملہ زبان سے نکلتے ہی لڑکے کو عقل و ہوش مل گئے اور وہ باتیں کرنے لگا، چنانچہ اہل مجلس نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی باتیں بخلاف ماضی دوسری کیفیت ظاہر کر رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب شعر گوئی تمہاری میراث ہے تو تم شعر کیوں نہیں کہتے۔ اسی وقت یہ شعر اس کی زبان پر آئے، قطعہ:

آفریں بر خلیق طبع کزو
گوہر انگیز وجو ہر افشانیم
اثر تربیت بود کزوے
ہم سخن گوے وہم سخن دانیم

(اس خلیق طبیعت پر آفریں ہے جس کے باعث ہم موتی اچھالتے اور جوہر بکھیرتے ہیں۔ یہ (آپ کی) تربیت کا اثر

ہے جس کے باعث ہم سخن گو اور سخن داں ہو گئے ہیں)

مجلس سے (تحسین و آفریں) کا شور اٹھا اور لڑکے کے والد نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھ دیا اور عزیزوں نے آفریں کہی۔ وہ زبانِ مقال سے کہتے تھے۔ قطعہ:

زہے مسیح زمانہ کہ مردہ طبعی را
حیات شعر بہ بخشیدو ہم رواں گوئی
چو آبِ خضر کہ از ظلمت طبیعتِ او
روانہ کرد بہر سو رواں رواں گوئی

(سبحان اللہ! مسیح زمانہ کی کیا بات ہے کہ مردہ طبیعت شخص کو حیاتِ شعر اور روانی کا سلیقہ بخشا۔ آبِ خضر کی مانند اس کی طبیعت کی ظلمت سے رواں گوئی کا چشمہ ہر جانب رواں کر دیا)

یہ قطعہ جو حضرتؒ کے مناقب میں ہے اس لڑکے کی تصنیف ہے۔

گیارہویں کرامت۔ سیّد علی سے متعلق جنہوں نے خطاب جہاں گیری پر اعتراض کیا تھا

سیّد علی قلندر (ایک بزرگ تھے)، انہوں نے اس نیلے گنبد اور آسمان کی چوکھٹ کے نیچے، دونوں سمندروں اور مشرق تا مغرب سفر کیا تھا۔ بہت سے اولیائے زمانہ اور فضلائے شہر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ صوفیہ کے فن و اصول کے جامع اور علوم رسمیہ سے بہرہ مند تھے۔ ان کے قلندرانہ مراتب کے شور وغل کی صدا، عالم علوی کے مکینوں کے گوشِ ہوش تک پہنچ چکی تھی اور درویشانہ مناصب کی شہرت کے نعرے نے آسمان کے نقّارے کو پھاڑ دیا تھا۔ رباعی:[1]

تلا لایش رسیدہ گوش جیحوں
علا لایش دریدہ کوس گردوں
جہانے از صدا یش بار کردن
بدل آورد میل باز کردن

(اس کا قلندرانہ نعرہ جیحوں کے کان تک پہنچا (ایک عالم نے سنا) اس کے شور وغل نے آسمان کا نقارہ پھاڑ دیا۔ اس کی صدا سے ایک جہان لدا ہوا تھا اور دل رغبت سے جدا ہو رہا تھا۔)

(یہ سید علی) تقریباً پانچ سو قلندروں کے ساتھ، جن میں ہر ایک صورتِ تجرّد سے آراستہ اور لباس تفرّد سے پیراستہ تھا، روح آباد میں حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ملاقات کرنے آئے لیکن (ملاقات کے) آداب کی شرائط بجا نہ لائے۔ حضرتؒ کے

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

کیمیا تاثیر،ضمیر منیر پر یہ بات مخفی نہ رہی کہ قلندر تمام ترانانیت کے احساس کے ساتھ یہاں آیا ہے اور اس کا انکشاف محض دکھاوا ہے۔ جب بات چیت شروع ہوئی تو روگردانی کی گیند کو میدانِ اعتراض میں ڈالا (سب سے پہلے یہ اعتراض کیا) کہ خطاب ''جہاں گیری'' جو عالم علوی وسفلی پر مشتمل ہے (جس میں عالم ملکوت و ناسوت دونوں شامل ہیں) اور ظاہری و باطنی دونوں عوالم اس میں داخل ہیں، حیرت ہے کہ ایک فرد کو کس طرح دیا جاسکتا ہے کیونکہ زمانے میں جس قدر اولیا اور اصفیا ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی ولایت کے مرتبے کے اعتبار سے ''جہانگیر'' ہے،صرف آپ ہی میں ایسی کیا خصوصیت ہے؟ آپ نے فرمایا،تم زمانے کے شیخ الاسلام اور مقامات کے محتسب نہیں ہو کہ اس قسم کے غیبی معاملات کی تحقیق میں لگ گئے ہو، انہیں چھوڑو اور فقرا کے احوال پر گفتگو کرو۔ بیت:

برو بکارِ خود اے واعظ ایں چہ فریاد است
مرا فتاد دل ازرہ تراچہ افتاد است

(اے واعظ تو اپنا کام کر یہ کیا دہائی مچائی ہے، میرا دل راستے میں گر پڑا ہے تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے)

قلندر نے کہا ہے ہم جو کہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، اس لیے نکلے ہیں کہ درویشوں کے مقامات کی تحقیق اور ان کے احوال کے فرق معلوم کریں۔ جب تک ہم آپ کے خطاب کی تحقیق نہیں کر لیتے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اگر ''جہان'' سے مراد کسی ملک کی زمین اور وقت کا دائرہ ہے تو پھر مشائخ میں سے ہر کوئی اپنے اپنے علاقے اور زمین کا پیشوا ہے کیونکہ اس قطع زمین کا قیام اس شیخ کے وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور اگر ''جہان'' سے مراد ولایتِ معنوی ہے جو اولیائے مصطفوی کے مقامات ہیں تو بطریقِ اولیٰ اولیائے زمانہ سے ہر کوئی اپنے ملک اور ولایت کا محافظ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، یہ فقیر حضرت سیدؒ کی بارگاہ عالی کے ملازموں میں ایک حقیر ملازم اور قدیم جاروب کشوں میں سے ایک جاروب کش ہے، انہوں نے اس حقیقت کے مطابق کہ ''القاب آسمان سے نازل ہوتے ہیں'' (اس فقیر کو) اس خطاب سے مخاطب فرمایا ہے، قطعہ:

عجب نیست کز خواجہ ام چوں ایاز
بالطافِ محمود مسرور کرد
کسے حبشی را زلطفِ کمال
چہ نقصاں اگر نام کافور کرد

(اگر میرے خواجہ نے ایاز کے مانند الطافِ محمودی سے مسرور کیا تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی (آقا) کسی سیاہ فام (غلام) کو کافور (گورا) کہے تو کیا نقصان ہے)

سیّد علی قلندر نے کہا، جس خطاب سے زمانے کے کسی کامل و مکمل کو مخاطب نہ کیا گیا ہو اس سے آپ کو کس طرح مخاطب

کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اے عزیز! تم سلوک میں سلسلۂ ترتیب کے مطابق اپنے عین ثابتہ [۱] تک نہیں پہنچے (تو خطاب جہانگیر کی حقیقت کو کس طرح سمجھ سکتے ہو) جب کوئی سالک راہِ سلوک میں اپنے اعیان ثابتہ [۲] میں پہنچتا ہے تو مراتبِ سہ گانہ سے باہر نہیں ہوتا۔ (ان تین مرتبوں میں سے کوئی ایک مرتبہ سالک کو حاصل ہوتا ہے)

مرتبہ اوّل۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اپنے اعیان ثابتہ میں سے بعض (حقائق کے) علم اور جملہ شیوناتِ [۳] ذاتیہ اور حروفاتِ عالیہ کا جامع ہوتا ہے۔

مرتبہ دوم۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اپنے اعیان میں سے بعض (حقائق کا) علم رکھتا ہے۔

مرتبہ سوم۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اس کے علم کا شمول اپنے اعیان ثابتہ کے ساتھ ہوتا ہے فقط

سالکِ اوّل جب اپنے اعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے تو ذاتِ الٰہی کے جملہ اعیان اور جملہ اسمائے صفات پر مطلع ہوتا ہے جیسے غوث اور اولیائے کامل ہوتے ہیں۔

سالکِ دوم ذاتِ الٰہی کے بعض اعیانِ ثابتہ کا علم رکھتا ہے جیسے متوسط الحال اولیا ہوتے ہیں سالکِ سوم اپنے اعیانِ ثابتہ اور اس کے احکام و آثار پر مطلع ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے سالکِ اوّل کو، اوّل سے آخر تک عالم کے جو احکام جاریہ ہیں ان کی اطلاع ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت صاحبِ فصوص الحکم نے فتوحاتِ مکیّہ میں عالم پر اپنی اطلاع کا ذکر کیا ہے:

كشف الله عن بصرى و بصيرتى الكلّيه

(اللہ نے بالکلیّہ میری بصر اور بصیرت کھول دی)

اس کی شرح لطیفۂ سابق میں مذکور ہوچکی ہے، چنانچہ اس اعتبار سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اولیائے الٰہی میں سے کسی ولی کا سلوک اس قبیل کا ہو اور اس کے اعیانِ ثابتہ عالمِ علوی و سفلی کے حقائق پر مشتمل ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ لوگ اسے ''جہانگیر'' کہیں۔ سیّد علی قلندر نے کہا، دوسرے اولیا نے بھی اپنے سلوک کو اس مرتبے تک پہنچایا ہوگا اور وصول کی راہ طے کی ہوگی، انہیں جہانگیر کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے فرمایا کہ عارفینِ روزگار کے وصول اور اولیائے زمانہ کے حصول کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ ہر ایک نے مختلف مقاصد اپنے سامنے رکھے ہیں۔ ایک زہد میں زاہد اور دوسرا عشق

---

[۱] عین ثابتہ۔ آئینہ عالم جو علم الٰہی میں عالم کی تخلیق سے قبل موجود تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ حقیقت جو علم الٰہی میں موجود مگر خارج میں معدوم ہے (سّر دلبران، شاہ محمد ذوقی ص ۲۷۰) مترجم نے اُن اصلاحات کو جو اس گفتگو میں آئیں بعینہ تحریر کیا ہے اور ان کا مفہوم حاشیے میں حوالے کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

[۲] وہ مظاہر جن میں اسمائے الٰہی، علم الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں اعیان ثابتہ نیز صورِ علمی کہتے ہیں (سّر دلبراں ص ۱۵)۔

[۳] شیون۔ مرتبہ علم میں وجودِ حق کے تعینات کو کہتے ہیں (سر دلبراں ص ۲۴۰)

میں عاشق بنا۔بعض نے موافق راہ اختیار کی۔ انہوں نے اپنے سلوک کو اس مقام تک پہنچایا ہوگا۔مجمل مقصود آستانۂ وجود ہے جیسا کہ فصوص (کے مطالعے) سے معلوم ہوتا ہے:

''وکم من ولی اللہ طویل العمرو کبیر الشّان مات ولم یحصل لھم سجود القلب''

(بہت سے اولیائے الٰہی ہیں جن کی عمر طویل تھی اور ان کے احوال بھی خوب تھے۔ انہوں نے وفات پائی (لیکن) انہیں دل سے سجدہ کرنا نصیب نہ ہوا) بیت:

طالبانِ خط و خالش گرچہ آمد بے شمار
لیک طالب آں بود کو طالبِ ذاتِ نگار

(محبوب کے خط و خال کے طالب تو بے شمار ہوئے ہیں لیکن سچا عاشق وہ ہے جو محبوب کی ذات کا طالب ہے)

اس کے باوجود میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔(بزرگوں نے) اس مرتبے کے حصول سے متعلق دوسری دلیل دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مرتبے میں عارف سالک کی ہستی ایک رمق سے زیادہ باقی نہیں رہتی (پس) ایسا کون سعادت مند ہے جو اس مرتبے کے شرف سے مشرف ہو، ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔) لیکن بعض دردمندوں اور جملہ جاں نثاروں نے اس بلند حوصلہ خیال کا اظہار کیا ہے کہ اُن کے نزدیک کسی طالبِ وحدت کا مراتبِ وجود کے ایک مرتبے پر قناعت کرنا،تجلّیات کی روشنیوں اور صفات کی خوشبوؤں سے کفر کرنا ہے۔ یہ حضرات طالب کو محدودیت سے آزاد ہوجانے پر اصرار کرتے ہیں، جیسے کہ مجذوب شیرازی نے بھی ہمیں اس مقام کی خبر دی ہے، بیت:

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیر چرخ کبود
زہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست

(میں اس صاحبِ ہمت کا غلام ہوں جس نے اس نیلے آسمان کے نیچے جو کچھ رنگِ تعلق اختیار کیا اس سے آزاد ہے)۔

یہاں تک کہ مسمّٰی کی خصوصیات کی حیثیت سے (اس کے) اسما پر توجہ دینا عین شرک ہے۔، چنانچہ اس راز کے اخفا کے پیش نظر جو درویشوں پر منکشف ہوتا ہے یہ حضرات دل و جان کی صدارت کے ساتھ یہ چاہتے ہیں اور اس امر کے طالب ہوتے ہیں کہ (حقیقی) جمال کے نور کا پرتو ان پر پڑے اور (دوئی کی) ظلمت کو اس طرح معدوم کردے کہ انہیں نہ اپنی ہستی کا شعور رہے اور نہ اپنی بقا اور فنا کا شعور رہے، بیت:

اشرف تو از شعورِ فنائے فنا گزر
خواہی اگر بقائے کہ جاوید کش بقاست

---

[1] پارہ ۲۸،سورہ الجمعہ،آیت ۴۔

(اے اشرف! اگر تم ایسی بقا کے طلب گار ہو جو جاوید کش بقا ہے تو فنا الفنا کے شعور سے گزر جاؤ)

اس مقام پر اس کے حال کی زبان اس ترانے سے مترنم ہوتی ہے کہ کُلُّ شَئٍ ھَالِکٌ اِلَّاوَجُھَهٗ ۔[1] (ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے)۔ بیت:[2]

ہر کہ آمد بہ بحر توحید ش
یافت دُرّ خوش آبِ تفریدش

(جو طالب حق تعالیٰ کی توحید کے (بے کراں) سمندر پر آیا اس نے اس کی فردیت کا آب دار موتی حاصل کرلیا)

برد بر حضرتِ وجوب نثار

(پھر اس خوش آب موتی کو حضرت واجب الوجود پر نثار کر دیا)

لیس فی الدار غیرہ الدیّار
لم یبق الا اللہ الواحد القھار

(گھر میں سوائے آبا کنندہ کے کوئی نہیں ہے بلکہ یکتا حق تعالیٰ قہار کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا)

وھذا ھو المقام الحضرۃ الاکملیہ المسماۃ بمقام او ادنیٰ و لکل وزینۃ نصیب من القاب قوسین یعنی یہ مقام حضرت اکملیّہ کا مقام ہے، اس کا نام ''مقام اَوادنیٰ'' ہے اور ہر کامل کو مقام قاب قوسین سے حصہ ملتا ہے اس مرتبے کے حصول کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ تیری طرف سے بھلائی مکمل مانی جاتی ہے اور ظاہری اور باطنی حواس میں جو باہمی مغایرت و منافرت ہوتی ہے ختم ہوجاتی ہے۔ **بحیث یعمل کل قوۃ عمل غیر ھاوھذا ھو المقصود من الحقیقہ و الفطرۃ لاغیر** (اس طور سے کہ ہر قوت اپنے سے غیر (قوت) کا کام انجام دیتی ہے یہی حقیقت پیدائش کا مقصود ہے)۔

سیّد علی قلندر نے کہا، یہ بات کہ ایک قوت دوسری قوتوں کا عمل سرانجام دیتی ہے اس کا معائنہ ہونا چاہیے (یہ بات سن کر) حضرت قدوۃ الکبرأ کے بشرے میں تغیر پیدا ہوا اور آثارِ غضب نمایاں ہوئے، فرمایا، لو دیکھو یہ میرا ہاتھ ہے، اس کی ایک حس ہے (لیکن) اس میں دوسرے حواس کے احکام شامل ہیں۔ ایک طباق جو رقیق غذا سے پر تھا، کھانے کے لیے لائے تھے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں ڈالا، پلک جھپکتے ہی وہ شوربا ختم ہوگیا۔ بچا ہوا شوربا جو دیگ میں تھا اسے بھی طباق میں ڈال دیا۔ تمام کا تمام شوربا (ہاتھ نے) کھالیا۔ اسی طرح آپ کے دستِ مبارک سے سامعہ، شامہ اور باصرہ (کے حواس) ظاہر ہوئے۔ بے شک وشبہ آپ اپنے دست مبارک کو جو حکم دیتے سرانجام پاتا۔

اس قدر معائنے اور مشاہدے کے باوجود قلندر نے کہا ہر چند کہ جو کچھ مشاہدے میں آیا ایسا ہی ہے لیکن یہ خطاب بے

---

[1] پارہ ۲۰، سورہ القصص، آیت ۸۸۔

[2] یہاں دو مصرعوں کے بجائے تین مصرعے نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

ادبی سے خالی نہیں ہے۔ یہ بات سنتے ہی (آپ کے) دستِ مبارک نے بلند آواز سے کہا۔

''اے نامرد! خطاب جہانگیری کی نسبت کیا کہتا ہے اور جہانگیر کیا ہوتا ہے، بلکہ میں خود جہانگیر ہوں''۔ ابھی یہ بات آپ کی زبانِ دست سے پوری طرح نکلی نہ تھی کہ اس کی روح نے قالب کے آشیانے سے پرواز کر کے بدنصیبی کے صحرا میں اڑنا شروع کر دیا، ابیات:

زہے شہباز ذکر لا ابالی
کہ می پرّد میانِ لایزالی

(سبحان اللہ! لا ابالی ذکر کا شہباز خوب ہے جو ہمیشگی کے میدان میں اڑتا ہے)

چو عنقا گر بگوید بہر پرواز
جہاں رابر زند تا قاف رآواز

(اگر عنقا کی مانند پرواز کے لیے کہے (ارادہ کرے) قاف تک آواز سے درہم برہم کر دے)

چو گردد گوے چوگاں باز دردست
بیند از وچوگو بالاش از پست

(اگر چوگان کی گیند کی مانند پھر ہاتھ میں آ جائے تو اسے پستی سے بلندی پر اچھال دے)

بعضے بزرگ جیسے حضرت کبیر، قاضی رفیع الدین، شیخ رکن الدین شہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز اور شیخ جمیل الدین جرہ باز اور اس طرح دوسرے حضرات وہاں موجود تھے۔ ہر ایک نے یہ انوکھا امر اور عجیب معاملہ دیکھا تو حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں دبالیں اور اپنی زبانیں حضرتؒ کی ثنا میں کھولیں اور ہر ایک نے اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیے۔ مجلس سے ایک شور برپا ہوا کہ ایسی کرامت کسی عارف واثق سے کبھی نہیں دیکھی گئی بلکہ سنی بھی نہیں گئی۔

سیّد علی قلندر کے اصحاب ان کی تجہیز اور تکفین میں مصروف رہے۔ جب اس ماجرے کو دو تین دن گزر گئے تو قلندروں کے سرحلقہ حضرت شیخ کبیر اور سیّد حاجی عبدالرزاق نور العین کو لے کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاتحہ کی درخواست کی کہ ایمان خیریت سے رہے۔ چونکہ یہ عزیز درمیان میں تھے ان کے پاس خاطر کی غرض سے آپ نے فاتحہ پڑھی اور جو سوال کیا تھا اس کا بھرم رکھا۔

اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شیخ تاج العارفین ابوالوفا قدس سرہ، کے زمانے میں اولیائے منازلہ[1] میں سے دس

---

[1] اولیائے منازلہ اور منازلاتِ غیب کا مفہوم معلوم کرنے کے لیے مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی لیکن ''منازلہ'' اور ''منازلات'' کے لفظ کسی لغت میں نہیں ملے۔ شاہ محمد ذوقیؒ نے سبر دلبراں میں اقسامِ ولایت و اولیا کے موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے لیکن مذکورہ دونوں اصطلاحیں وہاں بھی نہیں ملیں۔ ملاحظہ فرمائیں صفحات ۱۷۳ اور ۳۱۶۔ مجبوراً مترجم نے دونوں اصطلاحوں کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح اصل متن تحریر ہوئی ہیں۔

افراد پر منازلاتِ غیب وارد ہوئے۔ اُس منازلت میں اِن افراد کے اسرار میں اشتراک بھی واقع ہوا اور منازلہ میں سے کسی چیز کے باعث مشکل پیش آئی۔ سب مل کر شیخ تاج العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شیخؒ سے دریافت کریں گے۔ شیخ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور ان کے اعضائے مبارک تسبیح وتہلل میں مشغول تھے۔ یہ حضرات کچھ دیر انتظار میں رہے تاکہ شیخ بیدار ہوجائیں شیخ کے بیدار ہونے سے قبل ہی شیخ کے اعضا بولے اور منازلات سے متعلق جو ان کی مشکلات تھیں ان کو حل کردیا۔ یہ حضرات واپس آ گئے۔

بارہویں کرامت- احمد آباد میں اظہار تصرف قیلولے میں چھوٹی انگلی کا تکلم کرنا اور مسئلے کا جواب دینا

حضرت قدوۃ الکبراؒ جس زمانے میں گلبرکہ سے واپس ہوئے تو احمد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی شیخ مبارک اور شیخ الاسلام وغیرہ جیسے عزیزوں کا اصرار تھا کہ چند روز وہاں قیام فرمائیں۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے تھے۔ عین اس وقت شیخ الاسلام، شیخ مبارک وغیرہ میں توحید کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوگیا۔ ہرفریق نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل اور براہین پیش کیے آخر میں یہ طے ہوا کہ حضرت ایشاں سے استفادہ کریں گے۔ قطعہ:

مشکل اندر سخن چرا باشد
چوں کہ مشکل کشائے عالم ہست
(کسی بات میں مشکل کس لیے پیدا ہوگی کیونکہ مشکل کشائے عالم ہمارے ساتھ ہے)
عجب است ایں کہ از دگر پر سد
داشت جام جہاں نمائے بدست
(یہ عجیب بات ہے کہ جام جہاں نما اپنے ہاتھ میں ہوتے ہوئے دوسرے شخص سے معلوم کیا جائے)

چنانچہ ہرعزیز نے اس غیرحل شدہ مسئلے کے ساتھ حضرت ایشاں کی جانب رُخ کیا اور آپ کو سویا ہوا پایا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد طے کیا کہ کسی دوسرے وقت دریافت کریں گے۔ ابھی قیام گاہ سے واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ دست مبارک کی چھوٹی انگلی نے بولنا شروع کیا اور صراحت کے ساتھ تمام مقدمات بیان کیے اور ہرایک کی تشریح کی۔ آخر میں جو اشکال پیدا ہوسکتے انہیں بیان کیا پھر ایک ایک اشکال کا جواب دیا، اور جواب بھی کیسے جیسے روح افزا آب حیات ہو۔ تمام عزیزوں کی روح کو فرحت حاصل ہوئی۔ قطعہ:

چہ جزوست ایں کہ دروے کلِّ اسرار
بود ترکیب از پیرائے جوہر

(کیا خوب جزو ہے جس میں اسرار کا کل موجود ہے اور جس کی تشکیل جوہر کے ڈھنگ پر ہوئی ہے)

بلے چوں جزو حکمِ کل بگیرد
دہد از قطرۂ دریائے گوہر

(ہاں! جب کوئی جزو اپنے کل کا حکم اختیار کر لیتا ہے تو ایک قطرے سے دریائے گوہر عطا ہوتا ہے)

تیرہویں کرامت- روم میں شیخ الاسلام رومی کو غیبت کرنے کی سزا ملنا

حضرت قدوۃ الکبراؒ اُس بار روم، (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) میں قیام پذیر تھے۔ شیخ الاسلام روم اپنے زنگ بار دل کے باعث آپ کے خدام پر نکتہ چینی کرتے تھے، حالانکہ از روئے شریعت آپ کے کسی ایک مصاحب سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی تھی لیکن وہ (یعنی شیخ الاسلام) لوگوں پر اسی طور پر نمایاں کرتے تھے کہ حضرت ایشاں کے ایک خادم نے ایسا کیا ویسا کیا۔ مدتوں انہوں نے محفلوں اور مجلسوں میں اسے غیبت کرنے کا منشا بنالیا۔ آپ کے بعض قدیم نیاز مندوں نے یہ بات آپ کے سمع مبارک تک پہنچائی۔ آپ نے فرمایا، وہ خود ہی متنبہ ہو جائیں گے۔

ایک روز حضرت ایشاں فجر کی نماز ادا کر کے معمول کے وظائف میں مشغول تھے کہ شیخ الاسلام (سراسیمگی کی حالت میں) ننگے سر، والعفو عندالقدرۃ (معافی قدرت کے نزدیک ہے) کہتے ہوئے آئے اور اپنا سر حضرت ایشاں کے قدموں میں رکھ دیا اور بے حد عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا، یہ تو بتاؤ ہوا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا پہلے آپ عنایت کر کے معاف فرمائیں تب میں عرض کروں گا۔ جو کچھ مجھ پر گزرا ہے کسی بندے کو اس سے پالا نہ پڑے۔ میں اپنے گھر کے کوٹھے پر جاگا ہوا تھا۔ وہ کوٹھا اس طرح کا ہے کہ چیونٹی کا بھی گزر نہیں ہو سکتا۔ ناگاہ دس آدمی جن کی تلواریں برہنہ تھیں آئے اور مجھے پکڑ لیا (آپس میں کہنے لگے) کہ یہ وہی شخص ہوگا جو میر سیّد اشرف جہانگیر کی غیبت کرتا ہے۔ آؤ ہم اس کا سر تن سے جدا کر دیں۔ انہوں نے مجھے (زمین پر) لٹا دیا (میرے قتل میں) کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ ایک بزرگ نورانی صورت سفید ریش ایک طرف آئے اور مجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے ہزار حیلوں اور منتوں سے چھڑایا اور ان لوگوں سے کہا، بس اب جاؤ، میں نے اِس کے گناہ کو حضرت سیّد صاحب سے مانگ لیا ہے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھے بہت برا بھلا کہا کہ ہرگز ہرگز خیال میں بھی اللہ والوں کے بارے میں ایسی بات نہیں سوچنا چاہیے۔ اب جلد جاؤ اور اُن بزرگ کے قدم کو اپنے سر کا تاج بناؤ کہ تمہارا گناہ میں نے اپنے سر لے لیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ مسکرائے اور فرمایا ہاں تمہارے دادا لائق شخص تھے ان کی روحانیت کا مشاہدہ ہوا ہے۔ آئندہ اس فقیر کی کرید نہ کرنا۔ اس موقعے پر مثنوی مولوی کے شعر پڑھے۔

مثنوی:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

(جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کردے تو اسے پاک لوگوں کو برا کہنے کی طرف مائل کر دیتا ہے)

در خدا خواہد کہ پوشد غیبِ کس
کم زند در عیبِ اہلِ دل نفس

(اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کا عیب چھپانا چاہتا ہے تو اسے اہل دل کی عیب چینی نہ کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے)

نکتہ چوں تیغِ پولادست تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز

(فولادی تلوار کے مانند تیز نکتہ ہے اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے تو واپس بھاگ جا)

پیشِ ایں الماس بے اسپر میا
کز بریدن تیغ رانبود حیا

(اس (کاٹنے والے) الماس کے سامنے بغیر ڈھال کے نہ آ، تلوار کو گردن اڑا دینے میں کوئی تکلّف نہیں ہوتا)

چودھویں کرامت[1] روم میں بادشاہ کے خاص محل کا، جس نے حضرت نور العین کی غیبت کی تھی سزا پانا

قتلغ خاں خاص محل نے حضرت نور العین کی نسبت کبھی کوئی بات کہی تھی جو ان کی دل ماندگی کا سبب بنی۔ اسے (قتلغ خاں کو) یہ توفیق نہ ہوئی کہ کدورت رفع کرتا۔ ایک رات اپنے مکان کے بالا خانے پر سویا ہوا تھا کہ تین قلندر چھری ہاتھ میں لیے ہوئے داخل ہوئے اور قتلغ کو پکڑ لیا اور کہتے جاتے تھے کہ ہاں تو نے نور العین کے بارے میں ناروا بات کہی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سیّد اشرف کے فرزند ہیں۔ قتلغ خاں نے معذرت کی اور اُن قلندروں کے ہاتھ سے رہائی پائی صبح ہوئی تو قتلغ خاں حضرت قاضی حجّت کو درمیان میں ڈال کر حاضر خدمت ہوا اور ابتدا میں بہت سے عذر پیش کیے۔

پندرہویں کرامت- اٹھارہ پشتوں تک اولاد کے لیے وعدہ کہ ان کے دشمن مقہور ہوں گے

آپ نے فرمایا کہ ہم نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ ہماری اولاد کی اٹھارہ پشتوں تک جو شخص برائی چاہے گا یا برائی کرے گا مردان خدائے تعالیٰ اس کی جان کے دشمن ہو جائیں اور میں کہ ابھی زندہ ہوں تو میرے نور العین کی غیبت کرتا ہے۔ میری زندگی اور موت یک ساں ہے۔ مثنوی:

منم در جہاں زندہ و پایدار
جہاں ماندہ و از ہمہ مایہ دار

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۷۹ پر حاشیے میں چودھویں کرامت کا یہ عنوان نقل کیا گیا ہے، ''کرامت چہار دہم در روم خاص محل بادشاہ کہ غیبت حضرت نور العین کردہ بود سزا یافت'' اس کرامت کی عبارت میں روم کا ذکر کہیں نہیں آیا۔ غالباً عبارت خلط ملط ہوگئی ہے۔ (واللہ اعلم)

(میں دنیا میں زندہ و پائیدار ہوں، اس سے دنیا پوری طرح مایہ دار ہے)

جہاں سلسلہ حلقہ جنباں منم
چہ حلقہ کہ برحلقہ جنباں منم

(دنیا ایک زنجیر ہے اور میں اس زنجیر کے حلقے ہلا رہا ہوں بلکہ حلقہ کیا چیز ہے میں ہی حلقے پر متحرک ہوں)

کسے حلقہ سلسلم گر گسست
جہاں حلقہ سلسلش را شکست

(جس کسی نے میرے سلسلے کے حلقے کو توڑا دنیا اس کے سلسلے کے کڑیاں توڑ دے گی)